بنوامیہ کے دور میں اسلامی ریاست کے فروغ میں غیر مسلم اقلیتوں کی خدمات کا علمی وتاریخی جائزہ

A scholarly and historical review of the services of non-Muslim minorities in the development of the Islamic state during the Banu Umayyad period

اکرام ولی*

ڈاکٹر مشتاق احمد**

Abstract

In the 6th century CE, Islam not only claimed spiritual guidance but also articulated a framework for enhancing political, economic, financial, ethical, and social aspects. This underscored its role as a motivational force, aiming not only to unite the disorganized Arab society but also to implement the principles and commands of its sacred book, the Quran, in practical life. During the rule of the Umayyad dynasty, particularly, the influence of the Islamic state reached as far as Iran and Rome. Under their reign, non-Muslim residents played a pivotal role in administering newly conquered regions and participating in conquests. This collaboration contributed to the success of the Umayyad rulers in efficiently governing a vast empire for a significant period.

KeyWords: State, Islamic State, Banu Umayyad, Militry Services, Economical Services, Polotical Services, Medical and Educational Services.

* Doctorial Candidate of Islamic Studies, Qurtuba University Peshawar.
** Dean Faculty of Social Sciences, Qurtuba University Peshawar.

ریاست کالفظ اردواور عربی دونوں زبانوں میں مستعمل ہے۔اردوزبان میں اسکے معنی امیری،امارت، سرداریاور حکومت کے ہیں۔ لفظِ ریاست کااصل مبدااور مصدر عربی زبانکالفظ "راس" ہے۔راس عربی زبان میں اصل اور سرکوکہتے ہیں۔"راس کل شیئ اعلاہ"یعنی کسی چیزکی راس سےاس چیزکی بلندی مرادہوتیہے۔عربی میں کہا جاتاہےکہ "انت علیٰ راس امرک"۔رائس اوررئیس" بھی اسی مادے سےماخوذہیں۔جسکے معنی "سرداریاسربراہ" کے ہیں[1]۔

ریاست کوانگریزی میں(state)یا(sovereignty)ہتےہیں۔جسکے مقابلے میں عربی،فارسی اوراردو میں جوعمومی معانی استعمال ہوتی ہیں وہ سرداری، سربراہی، حکومت، مملکت اور اقدار وغیرہ کے ہیں[2]۔لفظ "State"لاطینی زبان کے لفظ"سٹیٹس(status) سےماخوذہے،جسکامطلب ہے "ملک کی حالت(The condition of a country)"۔انقلابی جنگ سے پہلے بھی برطانیہ نےامریکی کالونیوںکوریاستیں کہاتھا۔ لیکن ریاست کالفظ کسی بھی ملک کی سول حکومت کے لئےاستعمال ہوسکتاہے۔ایک جسمانی یاجذباتی حالت کے طورپرریاست کاخیال بعدمیں آیا[3]۔

انسائیکلوپیڈیابریٹانیکاکے مطابق ریاست سے مرادمعاشرے کی سیاسی تنظیم،یامعاشرے کی سیاسی وجودہے۔یازیادہ مختصرطورپر،اس سے حکومت کےادارے مرادلئے جاتےہیں۔ریاست انسانی انجمن کی ایک شکل ہےجودوسرے سماجی گروہوں سےاسکے مقصداور نظم ونسق کے قیام کے لحاظ سے ممتازہے۔اسکے طریقے، قوانین اورانکانفاذ،اسکاعلاقہ ،دائرہ اختیارکاعلاقہ یاجغرافیائی حدوداورسب سے بڑی خصوصیت اسکی خودمختاری کے لحاظ سےدوسرے سماجی گروہوں سےریاست ممتازہوتاہے۔ سب سےزیادہ وسیع طورپرریاست انذرائع پرافرادکے معاہدےپرمشتمل ہوتی ہےجس کے تحت تنازعات کوقوانین کی شکل میں طےکیاجاتاہے۔ ریاستہائے متحدہ،آسٹریلیا،نائیجیریا،میکسیکو،اور برازیل جیسے ممالک میں،ریاست کی اصطلاح (یاایک علمی)ان سیاسی اکائیوں کے لئے بھی بولاجاتاہےجوخودمختارنہیں ہیں لیکن وہ کسی بڑی ریاستیاورفاقی یونین کے اختیارمیں ہوتےہیں[4] ریاست کامتبادل ایک دوسرالفظ "سیاست" بھی استعمال ہوتاہے۔

مسلمان ماہرین نے ریاست اور سیاست کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہیں۔ان میں ایک سیاستِ عقلیہ ہے۔اور دوسری قسم سیاست الٰہیہ ہے۔اگر کسی ملک کا اساسی قانون اور نظام،اللہ کی شریعت کے تابع ہو،تو وہاں کی حکومت، حکومتِ الٰہیہ ہے۔اور وہ ریاست اسلامی ریاست کہلاتی ہے۔اس قسم کی ریاست میں سیاست کے قوانین، شرعی احکام،اخلاقی آداب، طبعی قوانینِ معاشرت وغیرہ میں شریعت کی پابندی کی جاتی ہے۔سیاستِ عقلیہ اسکے برخلاف ہے۔کیونکہ اس میں دنیوی مصلحتوں کی روشنی میں عقل کی بنیادپر فیصلے کئے جاتے ہیں خواہ وہ شریعتِ مطہرہ کے احکام و قوانین کے خلاف کیوں نہ ہوں[5]۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے نزدیک اسلامی ریاست کی تعریف یوں ہے۔

"اسلامی ریاست سے مراد وہ ریاست ہے جو حاکمیت الٰہی اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے نظام کو اسکے تضمنات کے ساتھ قائم کرنے کی داعی ہو"[6]۔

ابن خلدون (م۔۸۰۸ھ) کے مطابق اسلامی ریاست کا مقصد یوں بیان کیا جاتا ہے۔

"الرياسة والملك هي كفالة الخلق وخلافة ا لاله فى العباد وتنفيذ احكا مه فيهم" [7]۔

"ریاست اور مملکت کا مقصد عوام کی کفالت،بندوں میں خلافت الٰہی کا قیام اور اللہ کے احکام کو ان میں نافذ کرنا ہوتا ہے۔

حضورؐ نے جس اسلامی ریاست کی بنیاد مدینہ میں رکھی تھی۔آپؐ اور خلفاء راشدین کے بعد بنوامیہ نے اس کو دنیا کے ایک وسیع حصے میں پھیلادیا۔جس کی سرحدیں ایک طرف چین اور دوسری طرف اسپین تک پھیلی ہوئی تھیں۔بنی امیہ کی حکومت سن 41 ہجری میں حضرت امیر معاویہ سے شروع ہوئی اور سن 132 ھجری میں مروان بن محمد کی شکست سے ختم ہوئی۔اس مدت میں 14 اموی بادشاہوں نے اسلامی ممالک پر حکومت کی ہے۔ معاویہ بن یزید کے بعد اموی اقتدار مروان کی نسل میں آگیا اور اسکی اولادیں اقتدار میں آگئیں۔اموی حکمرانوں نے اسلامی ممالک کو توسیع دینے کے لئے مشرقی سرحدوں اور روم کی سرحدوں کی طرف بہت سی جنگی ں لڑی، جسکی بناپر ریاستِ اسلامیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔132ھ میں مرکزی حکومت کے خاتمے کے باوجود اس خاندان کا ایک

شہزادہ عبدالرحمن الداخل اس پینمیں حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ جہاں 1492ء تک اموی سلطنت قائم رہی۔

غیر مسلموں کی فوجی خدمات:

مسلمانوں کے دورِ عروج میں بنوامیہ کا دور فتوحات کا دور یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے دورِ حکومت میں اسلامی ریاست کا دائرہ کار بہت وسیع ہوگیا۔ ان فتوحات اور جنگی مہمات میں جہاں مسلمانوں کا بھرپور کردار تھا۔ وہیں ان فتوحات میں بعض غیر مسلم شہریوں نے بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔ سن 28ھ میں معاویہ رض قبرس کے مہم پر روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ کئی ہزار دینار پر صلح کیا۔ جس میں مسلمانوں نے ان کی یہ ذمہ داری لگائی کہ وہ رومیوں کی کاروائیوں سے مسلمانوں کو خبردار کریں گے۔ اور اگر وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادہ سے نکلتے ہوں تو وہ مسلمانوں کو انکی آمد سے آگاہ کریں۔ تاہم مسلمان جب دریا میں اتر گئے تو انہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی جس کی وجہ سے معاویہؓ نے سن 33ھ میں اہل قبرس ک خلاف کاروائی کی اور قبرس کو فتح کیا۔ اس کے بعد دوبارہ ان کے ساتھ صلح کی گئی جس میں ان کی ذمہ داری یہ لگائی گئی کہ یہ لوگ مسلمانوں کی صلاح اور خیر خواہی چاہیں گے اور رومیوں کو مسلمانوں سے ڈرائیں گے۔ اسکے بعد بھی ان لوگوں نے کئی بار خیانت کی جس کی وجہ سے ولید بن یزید بن عبدالملک نے ان کو شام کی طرف جلاوطن کیا لیکن لوگوں نے اسکے اس فعل کو ناپسند کیا۔ پھر یزید بن ولید نے انکو دوبارہ اپنے علاقے کیطرف بلایا۔ اسکے بعد رشید کے زمانے میں حمید بن معیوف الہمدانی نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انمیں سے بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا تاہم اسکے بعد انکا رویہ ٹھیک ہوا۔ تو رشید نے انکے لوگوں کو رہا کردیا[8]۔

اس واقعے کے علاوہ بعض واقعات ایسے ہیں جن میں انفرادی طور پر بعض غیر مسلم افراد اموی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ ان میں ایک واقعہ ایک تغلبی نصرانی شاعر کا ہے۔ جس نے مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا تھا۔ یہ جنگ طوانہ کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور سن 85ھ میں واقعہ ہوئی تھی۔ اس شاعر کا نام نعمان بن نجوان بن معاویہ المعروف بہاعشی بن ی تغلب تھا۔ جو کہ میسوپوٹیمیا (الجزیرہ) کا ایک معروف و مشہور عیسائی شاعر تھا۔

اور بنوامیہ کے بہت قریب تھا۔ ولید بن عبدالملک کے دربار میں آتا جاتا اور اس سے بیش بہا انعامات اور تحفے وصول کرتا[9]۔

ایک دوسرا واقعہ افریقہ اور اندلس کی فتح کا ہے۔ اس فتح کے دوران ایک افریقی عجمی شخص نے اہم کردار کیا تھا۔ جس کا نام محابۃ الرومی تھا اور یہ افریقہ کا ایک لیڈر تھا۔ سن 45ھ میں بازنطینی سلطان نے اس سے ٹیکس میں اضافے کا مطالبہ کیا جسے اس نے مسترد کیا اور معاویہ رض کے پاس جا کر اس سے فوجی لشکر مانگی۔ حضرت امیر معاویہ رض نے اس کے ساتھ معاویہ بن حدیج الکندی کی سربراہی میں دس ہزار افراد پر مشتمل ایک فوج روانہ کیا۔ اس لشکر میں عبداللہ بن عمر بن الخطاب بھی موجود تھا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اسکندریہ پہنچ گئے۔ معاویہ بن حدیج نے اسے اسکندریہ کا گورنر بنایا اور خود افریقہ میں جنگی کاروائیاں جاری رکھی۔ اور اسطرح اس مہم میں مسلمان لشکر نے افریقہ کو فتح کیا[10]۔

تیسرا واقعہ بھی اندلس کی مہم کے دوران پیش آیا تھا۔ اس واقعے کے مطابق سن 90 یا 91ھ میں اندلس کی فتح کے دوران وہاں کے ایک غیر مسلم سردار اور حاکم نے مسلمان لشکر کی مدد کی تھی۔ اس شخص کا نام الیان یا یلیان تھا۔ اور یہ اندلس کے شہر "سبتہ" کا حاکم تھا۔ یہ شخص موسیٰ بن نصیر کے پاس آیا اور اسے اندلس کی فتح پر آمادہ کیا۔ موسیٰ بن نصیر نے ولید بن عبدالملک سے اس کی اجازت لی اور طارق بن زیاد کو اندلس کی جنگ پر مامور کیا۔ طارق بن زیاد نے تقریباً بارہ ہزار کی جمعیت تیار کی اور اس کے علاوہ اس کے ساتھ یلیان بھی شہر والوں کی ایک جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے پاس پہنچا تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کی مخفی اور چھپے ہوئے دشمنوں کے غیر مستحکم اور کمزور مقامات کے بارے میں معلومات فراہم کرتے تھے اور ان کو ان کی خبریں پہنچاتے تھے۔ بعض بیانات کے مطابق یہ لوگ طارق بن زیاد کے سپاہیوں کو اندلس جانے والے تجارتی بحری جہازوں پر اسمگل کرتے تھے اور اسطرح کیفیت اختیار کی تھی کہ گویا وہ سوداگر ہوں[11]۔ طارق بن زیاد نے اس مہم میں اندلس کے کئی شہر فتح کئے۔ اسکے بعد سن 93ھ میں موسیٰ بن نصیر کی افواج جبل اندلس میں داخل ہوئی تو وہ الجزیرہ جانا چاہتا تھا۔ وہاں جانے کے لئے بہترین راستوں کی راہنمائی غیر مسلموں نے کی۔ اس طرح بہترین شہروں کی طرف راہنمائی بھی کی جس سے موسیٰ بن

نصیر بہت خوش ہوا۔اس کے بعد یہ لوگ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ ہوتے تھے اور وہ اسے مدینہ شذونہ لے گئے۔اس شہر کو مسلمانوں نے انہیں غیر مسلموں کے بدولت فتح کیا۔اسکے بعد مسلمان شہر قرمونہ کی طرف بڑھے۔اور اپنے ہمراہی غیر مسلموں کو خود سے پہلے وہاں بھیج دیا۔قرمونہ کی مہم میں مسلمان اس شہر پر فتح حاصل نہیں کر سکتے تھے مگر جولین اور اس کے دیگر ساتھی کافروں نے یہ بہانہ کیا کہ وہ شکست کھا چکے ہیں اور انہیں شہر میں داخل ہونے دیا گیا۔ان لوگوں نے اپنے ہتھیاروں کے ساتھ اس میں داخل ہو کر شہر کے ایک دروازے کے محافظوں پر حملہ کر دیا اور رات کو مسلمانوں کے لیے کھول دیا[12]۔

ان واقعات کے علاوہ بعض مواقع پر مسلمانوں نے جماعت اور گروہ کی شکل میں غیر مسلم ملازمین کی خدمات بھی حاصل کی تھیں۔جس کی دلیل جرجان اور طبرستان کی فتح کی مہم ہے۔اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ سن 98ھ سلیمان بن عبدالملک کے دور میں یزید بن مہلب نے جرجان اور طبرستان کو فتح کیا۔اس فتح کے دوران اس کے ساتھ کچھ غیر مسلم ملازم تھے جو مسلمانوں کے لئے درختوں کو کاٹکر راستے صاف کرتے تھے[13]۔اس واقعے کے علاوہ اس طرح کی خدمات کئی دیگر غیر مسلم اقوام کے ساتھ معاہدوں میں بھی ان کی ذمہ داری ٹھہرائی گئی تھی۔

چنانچہ اصفہان اور الماہان کے لوگوں کے درمیان جو معاہدہ طے پایا تھا اس میں سڑکوں اور راستوں کی مرمت شامل تھی۔الرھا کے لوگوں کے ساتھ پلوں کی تعمیر امن معاہدے میں ان کی ذمہ داری قرار دی گئی تھی۔ہرات کے لوگوں کے ساتھ، زمین کی دیکھ بھال (زراعت کے لیے، اِصلاح الارضین) ان کی ذمہ داری قرار دی گئی[14]۔

بنوامیہ کی فوج میں خدمات سرانجام دینی والی ایک غیر عرب قوم تھی جو کہ جراجمہ کے نام سے مشہور ہے۔ان لوگوں نے بھی مسلمان لشکروں کی مختلف اوقات اور مواقع پر مدد کی ہے۔یہ لوگ امیر معاویہ بن ابوسفیان رض یاللہعنہما کے عہد خلافت میں مسلمانوں اور بیزنطیوں کے درمیان ہونے والی جنگوں میں شامل تھے۔جراجمہ جرجومہ شہر کی طرف منسوب ہونے کی بناپر ''جراجمہ'' کہلاتا تھا۔یہ شہر انطاکیہ کے قریب واقع تھا[15]۔بلاذری کے مطابق یہ لوگ نصرانی تھے اور انطاکیہ کے جرنیل اور اسکے حکمران کے پیروکار تھے۔جب مسلمانوں نے بلاد شام کو فتح کیا تو ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا مگر انہوں نے ان

سے جنگ کرنے کی بجائے امان اور صلح کا مطالبہ کر دیا۔ انہوں نے یہ صلح اس شرط پر قبول کی کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں گے، جبل لکام میں ان کے لیے مسلح خدمات سرانجام دیں گے، انکے لئے جاسوسی کریں گے اور دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کے مددگار بنیں گے، انکو، انکی اولاد اور عورتوں کو نصرانیت چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ کہ ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اور اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر انکے دشمنوں سے جنگ کریں گے تو وہ جن لوگوں کو قتل کریں گے ان سے حاصل کردہ مال واسباب ان کے حوالے کیا جائے گا۔ اس صلح میں یہ لوگ بھی شامل ہوئے اور انکے ساتھ وہاں کے رہنے والے تاجر، کسان (انباط) اور گاؤں والے دیگر رہائشی بھی شامل ہو گئے۔ اور ان کو رواد یف کہا جاتا تھا۔ اسکے بعد ان لوگوں کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ مختلف رہا۔

کبھی یہ مسلمانوں کی مدد کرتے اور کبھی یہ مسلمانوں کے خلاف رومیوں کا ساتھ دیتے۔ تاہم بنوامیہ اور بنوعباس کے زمانے میں بہت سے مواقع پر انہوں نے رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی[16]۔ ان میں انفرادی طور پر عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ایک فرد نے اسلامی لشکر کی طرف سے جنگ میں عملی طور پر حصہ لیا تھا اور یہاں تک رومیوں کے ساتھ لڑا تھا کہ قتل ہوا۔ اس شخص کا نام میمونا لجرجمانی تھا اور عیسائی مذہب کا پیروکار تھا۔ جس کی کہانی یہ ہے۔ کہ وہ معاویہ کی بہن ام الحکم کے خاندان کا یونانی (رومی) غلام تھا۔ جب عبدالملک (66ھ-86ھ/685ء-705ء) نے اس کی ہمت اور بہادری کے بارے میں سنا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ وہ اسے چھوڑ دیں۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر عبدالملک نے اسے سپاہیوں کے ایک گروہ پر کمان دے کر اس کو انطاکیہ میں تعینات کیا۔ سن 85ھ/704ء میں اس نے مسلمہ بن عبدالملک کی سربراہی میں الطوانہ پر حملہ کیا جو کہ انطاکیہ کے لوگوں کے 1,000 سپاہیوں کی سربراہی کر رہا تھا۔ وہ بہادری سے لڑنے کے بعد جنگ میں مارا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالملک بن مروان اس کی موت پر اس قدر غمزدہ تھا کہ اس نے میمون کے بدلے میں بازنطین کے خلاف ایک بہت بڑا حملہ کرنے کا فیصلہ کیا[17]۔

فوجی خدمات کے ساتھ ساتھ معاشی اور اقتصادی شعبوں میں بھی غیر مسلم شہری اہم کردار ادا کر رہے تھے۔ چنانچہ بنوامیہ میں سب سے پہلے حضرت معاویہ نے باقاعدگی کے ساتھ غیر مسلموں کو سول عہدوں میں ملازم رکھا۔

۔عیسائیوں میں ایک مشہور شخصیت گزرا ہے جس کا نام منصور تھا۔ یہ ایک کاتب تھا اور دمشق پر اسلامی ریاست کے غلبے سے پہلے بازنطینی سلطنت کی طرف سے خراج اور دیگر مالی امور کا نگران مقرر تھا۔ اسی شخص نے سن 635ء میں اسلامی فوج کے کمانڈر خالد بن ولیدؓ کے لئے دمشق کا مشرقی دروازہ کھول دیا تھا۔ جس کی بدولت اہلِ شہر کو امان حاصل ہوا۔ یزید بن ابی سفیان جب دمشق کا والی بن گیا تو اس نے منصور کو اپنے عہدے پر برقرار رکھا اور اسلامی ریاست کے لئے اپنی خدمات سرانجام دینے لگا[18]۔ منصور خاندان کے کئی دیگر افراد بھی بنوامیہ کے دور میں ریاستی سطح پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ منصور کا بیٹا سرجون معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔ اور اسکے بعد اسکے بیٹے یزید اور بعد کے اموی خلفاء مروان بن الحکم، اور عبدالملک بن مروان کا بھی کاتب رہا[19]۔ سرجون بن منصور یزید کا مشیر بھی تھا۔ عبید اللہ بن زیاد کو عراق کا والی بنانے کا مشورہ بھی یزید کو اسی نے دیا تھا[20]۔

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان اور اس سے پہلے خلفاء کے دور میں شام کے رجسٹر زاور ریکارڈز رومیز بان میں تھے۔ ان دواوینا ور رجسٹروں کی ذمہ داری سرجون بن منصور کو سونپی گئی تھی[21]۔ سرجون کے بعد اسکا بیٹا منصور بن سرجون بن منصور (655ء-749ء) اپنے باپ کا جانشین بن گیا۔ یہ شخص یوحنا الدمشقی کے نام سے مشہور ہے۔ اور اموی دور میں کتابت کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ اموی امراء کے نزدیک اسے نہات بلند مقام حاصل تھا اور ہر حالت میں انکا رازدار اور دوست بنا ہوا تھا۔ آخر زمانے میں اس نے اپنا عہدہ چھوڑ دیا اور فلسطین میں ایک گرجے کا پادری بن گیا[22]۔

اس طرح ایک غیر مسلم حضرت معاویہؓ کا پرسنل (ذاتی) ڈاکٹر تھا جس کا نام ابن اثال تھا۔ اسے جزیہ کی ادئیگی سے اس بنیٰ بھی دیا گیا تھا اور اسے حمص میں ٹیکس کلیکٹر بنا دیا گیا۔ حمص میں اسی ذمی کا ایک بڑا محل تھا جو اس کے نام سے مشہور تھا[23]۔ اس طرح اخطل ایک عیسائی شاعر تھا اور شاہی دربار میں اسے ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا[24]۔

معاویہؓ کے بعد بھی اموی دور میں غیر مسلموں نے کئی شعبہ جات میں کام کیا۔ چنانچہ یزید بن معاویہ رض کے دور میں ایک نصرانی کاتب موجود تھا جس کا نام الحسن بن وہب تھا۔ یہ نصرانی جب فوت ہوا تو اس کا بیٹا قیس بن الحسن اس

کاجانشین ہوا[25]۔اس کے علاوہ خراسان کے حکمران سرکاری کاموں میں ہمیشہ عیسائیوں سے خدمت لیتے تھے۔چنانچہ بصرہ کے والی عبدالرحمٰن بن زیادنے اپنے لئے ایک نصرانی کاتب کومقرر کیاتھااوراس کانام اسطفانوس تھا[26]۔فسطاط کی حکومت کے انتظامی اداروں میں بھی غیر مسلم شہریوں نے کام کیا۔چنانچہ عبدالعزیزبن مروان(65ھ-86ھ) جب مصر کے والی تھے توزیریں مصراور بالائی مصر کے ادارتی کاموں میں دو قبطی کاتب موجود تھے[27]۔

عبدالملک بن مروان کے دور میں دراہم بنانے کی ذمہ داری ایک یہودی کوسونپی گئی تھی۔اس یہودی کانام سمیر تھااوراس وجہ سے اس کے بنائے ہوئے دراہم سمیری دراہم کہلاتے تھے[28]اس کے علاوہ اس کے دور میں ایک عیسائی کاتب تھاجس کانام شمعل تھا۔ایک دفع اس نے کچھ لکھاتوعبدالملک کوناگوار گزرا۔اپنے ہاتھ میں لئے لاٹھی سے اسکومارا جس سے اس کے پاؤں پر چوٹ لگ گئی۔یہ دیکھ کروہاں بیٹھے اسکے حاسدین خوش ہوئے۔ان میں خوشی کے آثار دیکھ کراس عیسائی کاتب نے یہ اشعارپڑھے۔"اَ من ضربة بالرجل منی تھافت ،عداتی ولا عیب علی ولا نکر،،وان امیر المؤمنین و فعله،لکا لدھر لا عار بما فعل الدھر "[29]۔

ترجمہ:آیاپاؤں کے ای کچوٹ پرمیرے دشمن خوش ہوئے۔حالانکہ نہ مجھ میں کوئی عیب ہےاورنہ کوئی انکار۔اوریقیناًامیر المؤمنین اوراس کاکام توزمانہ ہےاورزمانے کے کام میں کوئی شرم اور عار نہیں ہے۔

اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کاایک کاتب نصرانی تھاجس کانام "تاذری بن اسطین النصرانی" تھا۔حمص کے دیوان پراسے مامور کیاتھا۔اسی خلیفہ کے زمانے میں عراق کے دیوان پر محمد بن المنتشر مامور تھا۔جوکہ مسروق بن الاجدع کاتب کابھائی تھا۔اسکے ساتھ ایک ذمی کاتب بھی موجود تھا۔جس کانام حسان النبطی تھا۔لیکن ہشام نے ایک خط لکھاکہ ذمی سے کوئی مدد نہ لی جائے۔حسان کوجب اسکاپتہ چلاتواس نے محمد بن المنتشر کے ہاتھ پراسلام قبول کیا[30]۔

عبدالعزیزبن مروان (65ھ-86ھ) کے دور میں ایڈیسہ(الرہا) شہرکاایک عیسائی تھاجس کانام اثناسیوس (Athanasius)تھا۔وہ بھی سرکاری عہدے پرفائز تھا۔اس کادفتر مصر میں تھالیکن بعد میں اس کواورایک اورعیسائی کومروان بن عبدالحکم نے سرکاری ملازمت دی دیااوراثناسیوس کواسکندریہ میں سرکاری دفتروں

کا سربراہ بنایا گیا۔ پہلے پہل اس کے تحت بیس کلرکس کام کر رہے تھے جبکہ بعد میں چالیس کلرکس اس کے تحت تھے۔ ۔اسکے علاوہ وہ عبدالعزیز کے خزانچی بھی تھے جسے بعد میں برطرف کر دیا گیااوراس کی جگہ ابویربوع کو مقرر کیا گیا ۔اثناسیوس شام چلا گیاجہاں پراس کی شہرت عبدالملک بن مروان تک پہنچی۔جس کی وجہ سےاس نے اسے اپنے چھوٹے بھائی کاٹیوٹر (مدبر) بنایاجو کہ اس وقت مصر کاامیر تھا۔امیر نے اسے وہاں کے خراج کی تقسیم پر مامور کیا۔اوراس کے اولاد کو غونداکے شہروں کاانتظام وانصرام سونپ دیا گیا[31]۔

اثناسیوس کے ساتھ اہلِ شبراسے تعلق رکھنے والاایک اور قبطی اسحٰق کو بھی عبدالعزیزبن مروان نے کاتب مقرر کیا تھا۔ان دونوں قبطیوں کاکافی اثر رسوخ چلتا تھااور یہ قبطیوں اوران کے بطریق یوحنا کے مصالح میں بہت کام کرتے تھے۔ان دونوں سے کچھ عرصہ پہلے قبطی کنیسوں کے مال وجائیدادپر ایک عیسائی عہدیدار تیودوسیس نے پابندی لگائی تھی۔بعد میں یوحناالبطریق اور قبطیوں نےان دونوں تک رسائی کر دیااوران کے ذریعے کنیسوں کے املاک دوبارہ یوحناالبطریق کو واپس کر دی[32]۔اثناسیوس نے اپنے عہدے اوراثر رسوخ کی بدولت قبطی عیسائیوں اور قبطی کنیسوں کے مصالح کے لئے بھی بہت کام کیا۔اسکندریہ کے کنیسہ کابطرک سیمون جب فوت ہواتو کنیسے کا کوئی اور نگران نہیں تھاجواس کے املاک کی حفاظت کرتا۔اس لئے اثناسیوس اوراس کے دیگر سرکاری کاتبان نے عبد العزیز بن مروان سے مطالبہ کیا کہ اسقف اغریفورس کو اسکندریہ کے کنیسوں کی حفاظت کے لئے وہاں بھیج دے۔چنانچہ عبدالعزیز بن مروان نے اسقف اغریفورس کو کنیسوں کی حفاظت اور نگرانی کے لئے اسکندریہ بھیج دیا۔جہاں پراس نے تقریباً تین سال تک اپنی ذمہ داری ادا کی[33]۔ان دو غیر مسلموں کے علاوہ دیگر کئی غیر مسلم رعایا کو عبدالعزیز بن مروان نے مختلف شہروں کے انتظام وانصرام پر مامور کیا تھا۔اور یہی وجہ ہے کہ خلیفہ ان لوگوں کے طرح طرح کے مطالبے بھی پورا کرتا تھا۔اور حلوان شہر میں ان کے کنیسوں کے مصالح کے متعلق بھی بڑا روادار تھا۔[34]

اموی دور میں جب سلیمان خلیفہ تھاتواس نے ایک عیسائی سیکرٹریر کھا تھاجسکانام بطریق بن نکا تھا۔ خلیفہ کی طرف سے اسے رملہ میں مختلف تعمیری کاموں، پانی کے نالوں کے انتظام، مسجد کی تعمیر اور کنوؤں کے کھودنے کے کام سپرد کئے گئے تھے۔[35]

دیگر شعبہ جات کی طرح غیر مسلموں کو بڑے بڑے سیاسی عہدوں پر بھی فائز کیا گیا تھا۔ان میں ایک عیسائی شخص جس کانام تیودوسیَس تھا۔جوکہ ملکانینسل سے تعلق رکھتا تھا۔اور یزید بن معاویہ (60ھ-64ھ) کے دور میں گزراہے۔وہ اسکندریہ، بحیرہ اور مربوط کے صوبہ جاتاوران سے ملحقہ علاقوں کاوالی اور گورنر تھا۔یہ شخص ارثوذکسی مذہب سے تعلق رکھنے والے ایک قبطی پادری الاباغاثوکادشمن تھااس لئےاس نےاس پادری کوتکلیف دینے کے لئے اپنے عہدے کااستعمال بھی کیااور وہ سالانہ کے حساب سے اس سے اسکے شاگردوں کیطرف سے چھتیس دینار وصول کرتا تھا۔

بعض مصنفین نے اس کانام تادرس ذکر کیاہے۔اور بعض نے اس حاکم کانام تھیوڈور بتایاہے۔اور عام کتابوں میں اس کواگستالیس(Augustales) کے نام سے یاد کیاجاتاہے۔اور یہ نام بازنطینی دور میں اسکندریہ کے ہر حاکم کالقب ہواکرتا تھا[36]۔ قبطی پادری جب فوت ہواتواس کی جگہ یوحنابطرک مقرر ہوا۔اس بطرک نے یہ کوشش کی کہ قبطی کنائس کے اموال وجائیداد سے پابندیاں ہٹائی جائیں اور وہ واپس اس کے حوالے کی جائیں۔اس مقصد کے لئے اس نے ریاستی شعبوں میں کام کرنے والے اپنے ہم مذہب دوعیسائی اثناسیوس اور اسحٰق سے مدد چاہی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اثر رسوخ ستعمال کیااور وہ تمام جائیداد اور اموال یوحنا البطرک کو واپس مل گئے[37]۔

اموی عہدِ حکومت میں اموی والی قرۃ بن شریک نے ایک اور قبطی یونس کو خراج کی وصولی پر مامور کیا تھا۔اس شخص نے قرۃ بن شریک کے ہاں بھی نہایت اعلیٰ مقام حاصل کیا تھاجبکہ ردیگر حکومتی عہدیداروں کے نزدیک بھی وہ نہایت مقرب اور مشیر خاص تھا[38]۔

اموی دور میں کئی غیر مسلموں نے سفارتی خدمات بھی سرانجام دی تھیں۔ چنانچہ اندلس میں اموی خلیفہ الحکم بن ہشام (180ھ۔206ھ) کے دور میں ملک کے مختلف حصوں میں کئی بغاوتیں پیداہوئیں۔اوران باغیوں میں

اہلِ ربض پیش پیش تھے۔ان بغاوتوں کی وجہ سے الحکم بن ہشام کی حکومت ختم ہونے کے قریب تھی۔تاہم ان بغاوتوں کو ختم کرنے کے لئے اس نے ربیع الاسقف کی خدمات بطور سفیر حاصل کی اور اسکی مدد سے بغاوتیں فرو ہو کر اموی حکومت گرنے سے بچ گئی[39]۔اس طرح ایک دفع ایک غیر مسلم موسیقار زریاب سپین گیا تھا۔اس سے ملنے کے لئے مسلم حکومت کی طرف سے ایک یہودی موسیقار منصور کو بھیج دیا گیا[40]۔

344ھ میں سپین کے خلیفہ عبدالرحمٰن کے پاس کن گاوتو(Otto) کی طرف سے ایک سفارتی وفد آیا۔جب وہ وفد واپس جانے لگا تو خلیفہ نے انکے ساتھ ربیع نامی بشپ بھیجا۔اسکے بعد عبدالرحمٰن الناصر اور کنگاوتو کے درمیان سفارتی تعلقات اور خط و کتابت کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔جس کے چند عرصہ بعد کنگاوتو نے قرطبہ میں یوحنا کی سربراہی میں ایک سفارتی مشن بھیج دیا۔اور اس کی رخصتی کے بعد خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر نے کنگاوتو کی طرف ربیع بن زید نصرانی بشپ کو سفارتی مشن پر بھیج دیا[41]۔

اندلس میں حسدایا بن شبروط یہودی اموی خلفاء کا ایک کامیاب اور مشہور سفارت کار تھا۔عبدالرحمٰن الناصر کے دور میں مختلف عیسائی ممالک کی طرف سے ریاستی وفود آتے تھے تو اسکے بدلے قرطبہ سے بھی ریاستی سطح کے سفارتی وفود بھیج دیئے جاتے تھے۔ایک مرتبہ اسی حسدائا بن شبروط کو لیونکے بادشاہ "رامیرو" کیطرف بھی بھیج دیا گیا تھا جس کے ساتھ اس نے کامیاب مذاکرات کرکے صلح اور باہمی امن کا معاہدہ کیا۔اس کے ساتھ ساتھ اس نے "الثغر" اور کئی دیگر علاقوں کے لوگوں کو الناصر کی اطاعت پر آمادہ کئے[42]۔

عبدالرحمٰن الناصر کے بعد جب دوسرا اموی حکمران الحکم المستنصر باللہ(302ھ-366ھ) خلیفہ بن گیا تو مختلف عیسائی بادشاہوں کے ساتھ اس کے سفارتی تعلقات قائم ہوئے۔چنانچہ 360ھ میں عیسائی مملکت البیرہ کی طرف سے قرطبہ کی طرف ایک سفارت یمنشن آیا۔یہ سفراء جب مسلمانوں کے ہاں ٹھہر گئے تو انکے اور مسلمانوں کے درمیان بات چیت کے دوران ترجمانی کرنے کی خدمات دو عیسائیوں نے ادا کیں۔ان میں ایک عیسائیوں کا قاضی اور بشپ عیسیٰ بن منصور تھا۔اور دوسرا شخص عیسائیوں کا سردار اور قوم سمعاویہ بن لب تھا[43]۔

مذکورہ خدمات کے علاوہ غیر مسلم شہری طبّی اور تعلیمی میدان میں بھی بہت آگے تھے۔اور بنوامیہ کے مسلم خلفاء کے لئے انہوں نے کئی اہم خدمات سرانجام دی تھیں۔ان میں سے حضرت امیر معاویہؓ کا ایک ممتاز عیسائی ڈاکٹر تھا۔جس کا نام ابناثال تھا۔یہ دمشق کے ممتاز اور ماہر ڈاکٹروں میں سے تھا اس طبیب کو معاویہ رض نے اپنے لئے مختص کیا تھا[44]۔اسکے علاوہ بنوامیہ کے دور کا ایک اور مسیحی طبیب تھا جس کا نام ابوالحکم الدمشقی تھا۔یہ طبیب دمشق سے تعلق رکھتا تھا۔معاویہ رض اس سے علاج کرتا تھا اور بعد میں اسے اپنے بیٹے یزید کے ساتھ مکہ بھیجا تھا[45]۔

بنوامیہ کے دور کے دیگر اطباء میں ایک اور طبیب یحییٰ النحوی المسیحی تھا۔اسکا لقب البطریق تھا۔اس نے مسیحی اور یونانی بہت سا علمی ذخیرہ اسلام میں منتقل کیا ہے۔یہ فلسفہ اور طب دونوں میں ماہر تھا[46]۔حضرت معاویہؓ کے بعد خالد بن یزید پہلا شخص ہے جس نے علوم کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔اس بارے میں ابن الندیم لکھتے ہیں کہ خالد بن یزید بنوامیہ کا مشہور فلسفی عالم وفاضل شخص تھا، علم کی میا کا دلدادہ تھا،اس نے مصر سے چند یونانی فلاسفہ کو اپنے پاس بلایا اور یونانی زبان میں موجود کیمیا کی کتابوں کا ترجمہ کرایا[47]۔

اصطفن القدیم نے اسی شہزادے کے لئے متعدد کتابوں کا ترجمہ کیا۔عموماً ان کتابوں کا تعلق علم کیمیا سے تھا۔اور خالد بن یزید کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے یونانی منطق کی بعض کتابوں کا بھی ترجمہ کرایا۔ان کتابوں میں "اورجانون" کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔یہ کتاب منطق پر ارسطو کی کتابوں کا ایک مجموعہ ہے۔خالد سے پہلے عرب اطباء وحکماء علوم حکمیہ کو یونانی اور سریانی زبان سے براہ راست حاصل کرتے تھے۔مسلمانوں میں علم کیمیا کی تحصیل کی ابتداء اس اموی شہزادے سے ہوئی۔خالد بن یزید کے لئے ایک راہب سریانوس نے بھی کیمیا کی بعض کتابوں کا ترجمہ کیا تھا[48]۔خالد بن یزید نے ترجمے کے لئے جو کوششیں کیں۔ انکے بارے میں علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ۔"خالد کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے بڑے حوصلے کے ساتھ غیر زبانوں کے ترجمے پر توجہ دی۔اس زمانے میں فلسفے وغیرہ کی تعلیم یونان سے منتقل ہو کر مصر آگئی تھی۔اور یونانی نسل کے حکماء اور اہلِ فن یہاں کے مدرسوں میں پڑھتے پڑھاتے تھے۔مصر جب مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو وہاں کی

زبان عربی ہوگئی۔ یہ حکماء عربی زبان پڑھنے اور لکھنے پر قادر تھے۔ خالد نے ان لوگوں کو بلا کر یونانی اور قبطی زبان کی کتابوں کا ترجمہ کرایا[49]۔

خالد بن یزید کے بعد مروان بن الحکم (م 65ھ) کے دور میں عیسائی طبیب ماسرجویہ نے کئی کتابوں کا عربی ترجمہ کیا۔ ۔اس یہودی طبیب نے اھرونالقس کی کتاب کا سریانی سے عربی ترجمہ کیا۔اور اسمیں مزید دو مقالوں کا اضافہ بھی کیا[50]۔امام ابو بکر الرازی نے اس کے اقوال اپنی کتاب الحاوی میں اس طرح ذکر کی ہیں: "قال اليهودي"---

عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں لائبریری میں اس کی کتاب پائی گئی اور اس نے اس کتاب کو جائے نماز پر رکھ کر دعا بھی فرمائی اور چالیس دنت کا ستخارہ بھی کیا اور اسکے بعد اسکو عام مسلمانوں کے فائدے کے استعمال کے لئے نکالا[51]۔ان غیر مسلم اطباء کے علاوہ بنوامیہ کے دور کے نمایاں اطباء میں تیاذوق تھا۔اس نے الحجاج ابن یوسف کی خدمت کی تھی۔ حجاج بن یوسف کا اس پر بہت اعتماد تھا۔اس کی ایک کتاب کا نام "کناش کبیر" ہے جو کہ اس نے اپنے بیٹے کے لئے لکھا تھا۔اسکے علاوہ دوائیوں کے متعلق بھی اس نے کئی کتابیں لکھی تھیں[52]۔تیاذوق کے ساتھ ایک اور مسیحی طبیب ثاودون بھی تھا۔ جس نے اپنے بیٹے کے لئے طبّی علوم پر مشتمل ایک بڑی کتاب بھی لکھی تھی۔ یہ شخص بھی حجاج بن یوسف کا علاج کرتا تھا اور اسے صحت کے متعلق مفید مشورے بھی دیتا تھا[53]۔

خلاصہ:

بنوامیہ کے حکمرانوں نے اپنے تمام شہریوں کے لئے رواداری کی پالیسی اپنائی تھی۔ جس کی وجہ سے غیر مسلم شہریوں نے بھی ان کا بھرپور ساتھ دیا۔اور بے شمار سرکاری محکموں میں انہوں نے خدمات سرانجام دی۔ان خدمات میں فوجی خدمات، سیاسی خدمات، معاشی اور اقتصادی خدمات اور طبّی اور تعلیمی خدمات شامل تھے۔الغرض بہت شاذونادر ہی ایسا ہوتا کہ کوئی سرکاری محکمہ غیر مسلم ملازمین سے خالی ہوتا۔اور اسی وجہ سے بنوامیہ کے خلفاء تقریباً ایک صدی تک ایک طویل وعریض سلطنت پر حکومت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

References

[1]:Jamāluddīn Muhammad bin mukarram alafrīqī(d.711)lisān ul arab,beirūt,dār-al- ihyā' alturāth al arabia 1999,bizail"rā's".

[2]:Urdu Dāiratul ma'ārif al islamia,Lahore,dānashgah e panjāb 1964,zeir e ūnwan"riyāsat"

[3]: Encyclopedia Britanica (London Walter Yust Edit, 1950 ce).S.V."State".

[4]:Ibid

[5]:Abdul Rehman ibn Khaldūn(d.808),almuqaddama,Beirūt,Dār ul fifkr 2001,v.1,p.377

[6]:Abul A'ala Maudūdī(d,1979),Islami riyāsat,(Lahore,Islamic publications)p.285

[7]:Ibni Khaldūn,Almuqaddama,p.239

[8] :Ahmad bin Yahya Albilāzarī,(d.279 AH)Futūhul Buldān,Beirūt,Maktabat-ul-ma'ārif,1987,p.208-210

[9]:Kamāluddīn Umar bin Ahmad Ibnul 'adīm,(d.660 AH)"Bughyat-ul –talab fī tārīkh e hilub".Beirūt,dār-al-fikr,v.8,p.3619

[10]:Ahmad bin Muhammad ibnul 'ūzarī,(d.1300 ce), albayān ul maghrib fī akhbār e afrīqiyya walmaghrib,Tehqīq G.S Kolan,(Beirūt,dār al saqāfah 1882),v.1,p.15,16

[11]:Raqīq alqairwānī,(d,1034),"Tārīkh e afrīqiyya walmaghrib",dār al firjānī 1994,p.53-Wa-Nā m'alūm,"Akhbaar e majmū'ā",urdu tarjuma Muhammad zakriyya māyil,(Delhi,anjuman taraqqī urdū 1942),p36-39

[12]:Ibn e ūzari,albayān ul maghrib,v.2,p.31,14

[13]:Muhammad bin jābir ibn jarīr altabrī,(310 AH)"Tārīkh-al rusul wa-al-mulūk,(misr,dārul ma'ārif)v.6,p.534

[14]:Wadād al-Qāḍī,"Madkhal ilā dirāsāt eʿuhūd al-ṣulḥ al-islāmiyya zaman al-futūḥ."dār ul ijtihād 1988,v.1,p.106-108

[15]:Yāqūt alhamwī,"mu'jamul buldān,v.2,p.123

[16]:Ibid,-Wa-Albilāzarī,Futūhul Buldān,p.217

[17]:Albilāzarī, Futūhul Buldān,p.219

[18]:Pitrus Albustāmī,(d.1883),"Dāiratul mā'rif",Beirūt 1880,v.3,p.166,167
[19]:Ibn e 'Abdūs al jahshārī,(d.331 AH),"Alwuzrā' wa-al-kuttāb"(Misr,Mustafā-al-bābī- alhalabī, 1938),p.24
[20]: Ibid,p.31
[21]:Ibid,p.40
[22]:Al-Abb Suhayl Qāshā, al-Masīhiyy ūn fī al-dawla al-Islāmiyya (Beirut: Dār al-Malak,2002),p.339
[23]:Ibid,p.27
[24]:Thomas wa Aārnold,alda'wa ilal islām,arabī tarjuma duktūr Hasan Ibrāhīm,(Misr,maktaba-al-Nahda 1970)p.81
[25]:Louis Cheikhu,Wuzarā' al-Naṣrāniyya wa-kuttābuhā fi al-Islām,(Beirūt,al turāth al arabi 1987)p.159
[26]:al jahshārī,Alwuzrā' wa al-kuttāb,p.29
[27]:'Abdul Karīm ahmad Narīmān,mu'amalatu Ghairil muslimīn fī al daulatil islamiyya,(Misr,alhaiatul misriyya al'āmma lilkutub),p.111
[28]:ʿAlī Husnī al-Kharbūtī, al-Islām wa ahl al-dhimma (United Arab Emirates: Lajna al-taʿrif bi al-Islam, n.d.)p.132
[29]:al jahshārī,Alwuzrā' wa al-kuttāb,p.40
[30]:Ibid,p.60,61
[31]: Al-Abb Suhayl Qāshā, al-Masīhiyy ūn fī al-dawla al-Islāmiyya,p.343
[32]:Ibid,p.344
[33]:Fātima mustafā' 'āmir,duktūr,Tārīkh-u-Ahl-al-dhimma fī misr min-al-fath-al-arabi ilā' qiyām al daulat al tūlūniyya,(Misr,alhaiatul misriyya al'āmma lilkutub)p.114
[34]:Sa'ēd ibn Batraîk,Altārīkh al majmū'a,
[35]:Albilāzarī, Futūhul Buldān,p.143
[36]: A.STritton,The Caliphs and their non muslim subjects,(London,Oxford University Press 1930 ce)p.21
[37]:Ibn al muqaffa'Sāwîrus,Siyaru āabā al batārika,(Qairo,matba' āabā al yasū'aiyīn 1905)v.2,p.25
[38] :Ibid,v.2,p.148

[39]:Muhammad ‘Abdullah ‘ainān(d.1986),Daulat al islām fī al undalas,(Qairo,maktaba al Khānjī 1997)p.244
[40]:Tritton,The Caliphs and their Non Muslim Subjects,p.35,
[41]:Muhammad ainān,Daulat al islām fī al undalas,p.456,457
[42]:Ibid,p.422
[43]:Ibid,p.490
[44]:Muwaffiquddīn abū al ‘abbās ibn abī ūsaibi’a(d.668 AH),ūyūn al anbā’fī tabqāt al atibbā’,(Beirūt,dār maktabat al hayāt 1964)p.171
[45]:Ibid,p.175
[46]:Zahīruddīn albaihiqī(d.565 AH),Tārīkh hukumā’ al islām,(Damascus,matbā’ taraqqī dimishq 1946),p39,40
[47]:Ibn al Nudaim,Alfihrast,Tahqīq Razā tajaddud,p.304
[48]:Ibid,p.419
[49]:Shiblī Nu’amānī,(d.1914) Rasāil e shiblī,(Delhi,anjuman taraqqī urdū 1898)p.165
[50]:Gharīforas bin ahrūn ibn al ‘abrī,(685 AH),Tārīkh mukhtasar al duwal,(Beirūt,dār al kutub al ‘ilmiyya 1997)p.99
[51]:ibn abī ūsaibi’a, ūyūn al anbā’fī tabqāt al atibbā’,p.232
[52]:Jamāluddīn alī bin yūsaf alqaftī,akhbār al ‘aulmā’ bi akhyār al Hukumā’,(Beirūt,dār al kutub al elmiyya 2005)p.85
[53]:Ibn ul ‘abrī,Tārīkh o mukhtasar al duwal,p.100